جماعت لیلۃ القدر کے دور سے گزر رہی ہے

سندھ میں احمدیوں پر مظالم کا ذکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍ جون ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ﴿۳﴾ؕ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ﴿۴﴾ؕ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ﴿۵﴾ۛۙ سَلٰمٌ ۟ۛ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۶﴾ (القدر: ۲-۶)

اور پھر فرمایا:

آج کا دن امت مسلمہ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور اسے جمعۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ جمعہ جو رمضان المبارک میں آخری جمعہ ہو۔ اس دن بڑے ذوق وشوق کے ساتھ بکثرت نمازی مسجدوں میں پہنچتے ہیں اور یہ خیال ہے کہ بس ایک دن کی عبادت سے سارے سال کے گناہ دھل جاتے ہیں اور سارا سال اگر انسان عبادت سے غافل بھی رہا ہو تو یہ جمعہ پڑھنے سے اس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ عوام الناس کو علماء نے نہ معلوم کیا کیا باتیں اس دن کے متعلق بتائی ہیں جس کے نتیجہ میں اس دن سے استفادہ کی بجائے بعض دفعہ بعض لوگ محرومیاں لے کر اس دن سے نکلتے ہیں کیونکہ جمعۃ الوداع

کو دو طرح سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک اس طرح کہ بعض لوگ اس دن اپنے گناہوں کو وداع کہتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے ان سے رخصت ہوتے ہیں اور یہ جمعہ ان کے لئے مبارکوں کا پیغام لے کر آتا ہے اور بشارتیں لے کر آتا ہے اور اس جمعہ سے دھل کر وہ نوزائیدہ بچے کی طرح معصوم ہو کر نکلتے ہیں۔ پس یہ آخری جمعہ ان کے لئے گناہوں کا آخری جمعہ بن جاتا ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمتوں کے ساتھ وہ نیکیوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور کچھ بدنصیب ایسے ہوتے ہیں جو اس جمعہ کے دن سے ایسی برکتیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہ اس دن میں رکھیں نہ کسی اور دن میں رکھیں۔ برکت کا دن وہی دن ہے جو گناہوں سے نجات کا دن ہو۔ ایسا برکت والا دن نہ خدا نے پیدا کیا نہ عقل انسانی اسے قبول کر سکتی ہے کہ عارضی طور پر ایک دن کے لئے مسجد میں حاضری دے دی اور یہ سمجھ لیا کہ اب سارا سال ہمیں گناہوں کی آزادی نصیب ہو گئی ہے۔ تو ایسے لوگوں کے لئے یہ الوادع نیکیوں کو وداع کہنے کا دن بن جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح بھی ہوا دم گھونٹ کر ہم نے یہ مہینہ خدا کی اطاعت میں گزار لیا اب ہم واپس اس دنیا کی طرف لوٹتے ہیں جس دنیا میں ہمارے دل کی ساری لذات مضمر ہیں، جن کو ہم بڑی تمناؤں سے دیکھ رہے تھے کہ کب یہ مہینہ ختم ہو تو واپس اس آزادی کی دنیا کی طرف لوٹیں۔ پس یہ جمعۃ الوداع ان کے لئے نیکیوں کو وداع کہنے کا جمعہ بن جاتا ہے۔

اس جمعہ کو جو آج کا دن ہے ایک اور بھی اہمیت حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لیلۃ القدر کی راتوں میں عین وسط میں واقع ہوا ہے۔ وہ آخری عشرہ جس کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو بشارت دی کہ اس عشرہ میں تم خصوصیت کے ساتھ لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ یہ اس عشرہ کے عین وسط میں ایک طاق رات میں واقع ہوا ہے۔ یعنی اس کے پہلے اکیس اور تئیس کی دو طاق راتیں گزریں جن میں لیلۃ القدر کے ظاہر ہونے کا امکان موجود ہے اور پچیس کی رات جو اس جمعہ نے دیکھی وہ بھی ایک طاق رات تھی اور بعد ازاں دو طاق راتیں ابھی باقی ہیں۔

جہاں تک لیلۃ القدر کا تعلق ہے اس کے متعلق بھی بہت سے خیالات ہیں جو پھیلے ہوئے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک ایسی رات اس دن ضرور آتی ہے جس دن نزول قرآن شروع ہوا اور وہ غیر معمولی برکتوں کی رات ہے لیکن اس کا بھی یہ معنی ہرگز نہیں

کہ اس ایک رات کو پا کر پھر تاریکیوں کی رات میں انسان واپس لوٹ جائے کیونکہ قرآن کریم کی وہ سورۃ جس میں اس رات کا ذکر ملتا ہے اس تصور کو بالکل جھٹلا رہی ہے اور رد فرما رہی ہے۔ چنانچہ فرمایا یہ رات جاری رہتی ہے هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس رات کے بعد تو ابدی نیکیوں کا دن طلوع ہوتا ہے۔اس رات کے بعد گناہوں کی راتوں میں لوٹنے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ہمیشہ کی روشنی طلوع ہو جاتی ہے جو کبھی پھر مومن کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ پس یہ تصور بھی جو بدقسمتی سے ظاہر پرست علماء نے امت میں پھیلا دیا ہے۔ ان راتوں کو عبادت کی تحریک کرتا ہے ان راتوں کے بعد عبادت سے عدم دلچسپی پیدا کرتا ہے۔ لوگ اس انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ وہ چند راتیں آئیں جن میں ہم زور لگا کر اپنے رب کو راضی کر لیں اور اس کے بعد پھر سارا سال ہمارا رب ہمیں راضی کرتا رہے اور ہم اس کی نعمتوں کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ لیکن لیلۃ القدر کا صرف یہی مفہوم نہیں بلکہ اور وسیع تر مفہوم بھی ہے اور جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی اور خلفاء جماعت احمدیہ نے بھی اس مضمون پر مختلف رنگ میں اظہار خیال فرمایا۔

لیلۃ القدر کا مضمون تو ایک بہت وسیع مضمون ہے اور لفظ لیلۃ کا اختیار کرنا اس رات کو ظاہر کرنے کے لئے خود یہ بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ صرف چند لمحے کی رات نہیں بلکہ اس سے زیادہ وسیع زمانہ بھی مراد ہے۔ چنانچہ جس طرح یوم اور نہار کو نسبت ہے اسی طرح لفظ لیل اور لیلۃ کو ایک نسبت ہے۔ نہار تو صرف ظاہری دن کو کہا جاتا ہے جو چوبیس گھنٹے کے اندر ختم ہو جاتا ہے یعنی اس نہار کے اندر عرف عام کے لحاظ سے دن بھی شامل ہو جاتا ہے اور رات بھی شامل ہو جاتی ہے۔ چوبیس گھنٹے کے دن کو نہار کہتے ہیں اور زمانہ کے لئے نہار کا لفظ استعمال نہیں ہوتا لیکن چوبیس گھنٹے کے دن کو بھی یوم کہا جاتا ہے مگر اس کے علاوہ، ایک وسیع زمانہ کے لئے بھی یوم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم نے جو سات دنوں میں زمین اور آسمان کی پیدائش کا ذکر فرمایا اس سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور خود قرآن کریم لفظ یوم کے متعلق فرماتا ہے کہ بعض یوم خدا کے نزدیک پچاس ہزار برس کے برابر ہیں۔ تو یہ نہیں کہ ہم قرآن کی تائید میں اپنی طرف سے اس کی طرف باتیں منسوب کرتے ہیں، جب قرآن چھ یا سات دن میں زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر فرماتا ہے تو خود

وضاحت فرما دیتا ہے کہ اس سے تمہارا چوبیس گھنٹے والا دن مراد نہیں بلکہ ایک وسیع زمانہ مراد ہے۔

اسی طرح لیل اگر چہ عموماً اس رات کے متعلق کہا جاتا ہے جو سورج غروب ہونے اور سورج طلوع ہونے کے درمیان کا زمانہ ہے لیکن لیلۃ ایک ایسی رات کو بھی کہا جاتا ہے جو ایک لمبے عرصہ تک پھیلی ہوا اور ایک پورا زمانہ اس میں پایا جاتا ہو۔ چنانچہ قرآن کریم نے لیلۃ کا لفظ استعمال فرما کر اس مضمون کو بہت وسعت عطا فرما دی۔

جہاں تک قدر کے معانی کا تعلق ہے جب ہم ان پر غور کرتے ہیں تو یہ مضمون بہت ہی زیادہ وسیع ہو جاتا ہے اور ایک یا دو یا چار یا دس خطبوں میں یا اس سے زیادہ وقت میں بھی اسے سمیٹا نہیں جا سکتا۔ گزشتہ سال اسی موقع پر میں نے لفظ قدر کے مختلف معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض امور احباب جماعت کے سامنے رکھے تھے۔ آج صرف اس کے ایک پہلو سے میں جماعت کے سامنے کچھ باتیں پیش کرنی چاہتا ہوں اور وہ ہے قدر بمعنی کسی کی خدمات کی قدر کرنا، کسی کی نیکیوں کی قدر کرنا۔ کسی کی اچھی باتوں کی قدر کرنا اور قدر کا یہ معنی بھی قرآن کریم سے ثابت ہے۔

چنانچہ قرآن کریم لفظ قدر کو ان معنوں میں استعمال کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، اللہ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی اور وہ پہچان نہیں سکے۔ قدر بعض دفعہ بندے کرتے ہیں اور بعض دفعہ خدا قدر فرماتا ہے اور یہ مضمون دونوں پر یکساں چسپاں ہوتا ہے۔ پس لیلۃ القدر کا ایک مفہوم یہ ہے کہ وہ رات جس رات میں قدر کی جائے گی۔ کچھ لوگ اپنے رب کا عرفان حاصل کریں گے اور اس کے احکامات کی قدر کریں گے اور اس کی خاطر اور ان احکامات کی خاطر اپنے رب کی اطاعت کے لئے قربانیاں پیش کریں گے اور کچھ ان کی قدر جائے گی اور سب سے زیادہ قدر کرنے والا ان کا خدا ہے جو ان کی قربانیوں پر ان کی قدر فرمائے گا۔ پس یہ قرآن کریم کا یہ اسلوب جیسا فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝

یہ جو ما ادراک کا محاورہ ہے جسے قرآن کریم استعمال کرتا ہے تو یہ اسلوب بتاتا ہے کہ آگے جو مضمون آ رہا ہے یہ سطحی مضمون نہ سمجھا جائے۔ ویسے تو قرآن کریم کا کوئی مضمون بھی سطحی نہیں مگر بعض جگہ غیر معمولی گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح دریا کے پاٹ میں مختلف گہرائی میں پانی چلتا ہے اور جب زیادہ گہرا ہو جائے تو بعض دفعہ اس کے اوپر توجہ کی خاطر تختیاں لگا دی جاتی ہیں کہ اس جگہ

سے پانی زیادہ گہرا ہو جائے گا احتیاط کرو۔لیکن یہ تو عرفان کا پانی ہے، یہاں احتیاط کی خاطر تختی نہیں لگائی گئی بلکہ یہ بتانے کے لئے کہ اسے سطح سے دیکھنے والے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ایک ہی برابر گہرائی میں پانی بہہ رہا ہے۔اب یہ وہ مقام شروع ہو رہا ہے جہاں بہت غیر معمولی گہرائی آنے والی ہے۔اس لئے اس پر غور کرو اس میں غوطے لگاؤ تا کہ عرفان کے موتی تلاش کرو۔ پس اس پہلو سے ایسی تمام سورتیں غیر معمولی توجہ کی محتاج ہیں جہاں وَمَـــآ اَدْرٰىكَ کا محاورہ رکھ کر انسانی ذہن کو جھنجھوڑا گیا ہے اور خاص مضمون کے لئے تیار فرمایا گیا ہے۔لیلۃ القدر بھی انہی راتوں میں سے ایک رات ہے یا ان زمانوں میں سے ایک زمانہ ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی توجہ کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

پس بعض لوگ تو ایک رات کی تلاش میں سرگردان رہتے ہیں اور سرگرداں گزر جاتے ہیں اور اس سال بھی ایسے بہت سے لوگ کروڑ ہا لوگ ایسے راتوں کو اٹھتے رہے اور بقیہ وقت میں اٹھتے رہیں گے جن کو ان چند ثانیوں کی تلاش ہو گی جو گناہوں کی بخشش کا پیغام دے کر ہمیشہ کے لئے ان کو وداع کہہ دیں اور پھر وہ آزاد چھوڑ دیں پھر جو چاہیں کرتے پھریں اور کچھ وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو ایک لمبی لیلۃ القدر میں سے گزر رہے ہوتے ہیں۔اس ظاہری رات کی بھی وہ قدر کرنے والے لوگ ہیں اور اس زمانے کی بھی قدر کرتے ہیں جس زمانے میں اللہ تعالیٰ ان سے قربانیاں چاہتا ہے اور اللہ کی اطاعت کی خاطر تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہے۔پس یہی وہ لوگ ہیں جو درحقیقت اس لیلۃ القدر کے بھی حق دار ہیں جو چند لمحوں کے لئے آتی ہے اور اس لیلۃ القدر کے بھی حقدار ہیں جو ایک لمبا زمانہ رکھتی ہے۔

آج جماعت احمدیہ بفضلہٖ تعالیٰ ایک ایسی لیلۃ القدر میں سے گزر رہی ہے جو قومی تاریخ میں ایک غیر معمولی مقام رکھتی ہے، ایسا غیر معمولی کہ تاریخ عالم پر نگاہ دوڑائی جائے تو بعض دفعہ سینکڑوں سال کے بعد ایسی راتیں ظاہر ہوتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قدر کا مطالبہ فرماتا ہے اور اپنی اطاعت کی خاطر ان سے قربانیاں مانگتا ہے اور پھر جب وہ قربانیاں پیش کرتے ہیں تو وہ ان کی قدر فرماتا ہے۔دکھوں کی راتوں میں بھی ان کے ساتھ رہتا ہے اور ان راتوں کے وقت بھی طلوع ہونے والے دنوں کی خوشخبریاں عطا فرماتا ہے اور پھر لازماً وہ دن بھی طلوع فرما دیا کرتا ہے جو عظیم تر بشارات لے کر ان پر ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

پاکستان میں جماعت پر جو حالات گزر رہے ہیں یہ ایک ایسی ہی رات کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ وہ دکھوں کا دور جو ایک عرصہ سے جاری ہے جس میں سب سے زیادہ دکھ روحانی اذیت ہے جو جماعت کو پہنچائی جارہی ہے۔ ایسے ظالم لوگوں کو جو نہ قرآن کا عرفان رکھتے ہیں نہ سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاس رکھتے ہیں کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ سلسلہ کے بزرگوں کو دن رات گالیاں دیں اور نہایت ہی گندے ناموں سے یاد کریں اور نہایت ناپاک انداز سے ان کا ذکر کرتے چلے جائیں اور گالیاں دیتے چلے جائیں۔

اکثر خطوط جو دکھ کا اظہار کرتے ہیں وہ ظاہری تکلیفوں کا نہیں بلکہ اس تکلیف کا اظہار کرتے ہیں۔ ربوہ سے آنے والے خطوط خصوصیت کے ساتھ مرکز سلسلہ میں اس ناانصافی اور ظلم کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں کہ جہاں محض للہ خدا کے نام پر عبادت کی جاتی ہے وہاں تو اللہ کا نام لینے کی اجازت نہیں اور نہ لاؤڈ سپیکر کی اجازت ہے اور نہ اذانیں دینے کی اجازت ہے مگر جہاں اذانوں کے بہانے منبر رسول پر چڑھ کر نہایت فحش کلام بکا جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک اسے منبر رسول کہنا ہی نہیں چاہئے، وہاں ان کو کھلی چھٹی ہے۔ پانچ وقت اذان کے بہانے شدید گندی گالیاں دی جاتی ہیں۔ کان پک جاتے ہیں لیکن پھر بھی مسلسل ایذا رسانی کے نئے طریق ڈھونڈتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے ذہن نئے ظلم ایجاد کرتے چلے جاتے ہیں۔

دراصل جو ذہن رات کی پیداوار ہوں جھوٹ اور فساد تراشنا اور نئے سے نئے ظلم تراشنا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ ظلم اور ظلمت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک گہرا علاقہ رکھتے ہیں۔ ظلمت کا مطلب ہے تاریکی اور ظلم بھی تاریکی ہی کی پیداوار ہے۔ روشنی کے بچے کبھی ظلم نہیں کرتے نہ وہ ظلم کا سوچ سکتے ہیں۔ وہی لوگ ظلم وستم کی باتیں سوچتے اور پھر ان پر عمل کرتے ہیں جو تاریکی کی پیداوار ہوں۔ یعنی جن کا نور سے کوئی واسطہ نہ ہو، جن کا کوئی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ؐ کے نور سے نہ ہو۔

بہر حال یہ روحانی طور پر ایذا رسانی کا سلسلہ بھی جاری ہے اور بدنی ایذا رسانی کا بھی جاری ہے اور بدنی ایذا رسانی بھی ساری جماعت کے لئے روحانی ایذا رسانی میں تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ ایک جگہ جب ایک مومن کو دکھ پہنچتا ہے تو ساری جماعت اس کے لئے بے قرار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ

گزشتہ کچھ عرصہ میں یہ ظلم وستم کا رخ سندھ کی طرف پھرا ہوا ہے اور اسے خاص طور پر علماء وقت نے احمدیوں پر مظالم کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

پیچھے نواب شاہ کے ایک بزرگ جماعت احمدیہ کے ایک معزز خادم **عبدالرزاق** صاحب کی شہادت کی اطلاع ملی تھی جنہیں بڑی بے دردی کے ساتھ دن دہاڑے قتل کیا گیا اور اس کے اوپر کسی قسم کی کوئی شنوائی نہیں۔ اسی طرح قتل و غارت کا پیغام دینے والے مولوی اپنے خطبات میں دن رات ساری امت کو قتل پر اکسا رہے ہیں اور نواب شاہ میں خصوصیت کے ساتھ مسلسل یہ جاری ہے اور بعض مولوی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ہم ضامن ہیں تمہیں جنت کی خوشخبریاں دیتے ہیں اور ایسی ایسی ناپاک باتیں ان کے دماغ سوچتے ہیں یہ اعلان بھی کرتے ہیں کہ ہم ذمہ داری لیتے ہیں کہ جب تم قیامت کے دن پیش ہو گے تو نعوذ باللہ من ذالک حضرت محمد مصطفی ﷺ تمہارے استقبال کے لئے جنت کے دروازے تک پہنچیں گے کہ تم نے ایک مرزائی کو قتل کر دیا۔ یہ ان کا مبلغ علم ہے۔ یہ ان کی حضور اکرم ﷺ کے لئے غیرت ہے، یہ مقام مصطفیٰ ہے جو ان کے ذہنوں نے ایجاد کر رکھا ہے۔ نور سے ان کو کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

ان کو تصور بھی نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا ذات تھے، کیسا پاک وجود تھا، بنی نوع انسان کے لئے کیسی رحمت تھے، اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی۔ وہ نور کا ایک جاری سوتا تھا نہ خشک ہونے والا ہمیشہ ہمیش جاری رہنے والا ہے، کل عالم کو سیراب کرنے کے باوجود بھی جو خشک نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک ایسی سلسبیل تھی جو خدا کی طرف سے نازل فرمائی گئی، ایسی کوثر تھی جو رحمتوں کا پیغام لے کر ساری دنیا کے لئے ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ہمیش جاری رہنے کے لئے اس کی خوشخبری دی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف منسوب ہو کر یہ ظالم اس ظلم کی تعلیم سے باز نہیں آ رہے۔

اور ابھی حیدر آباد سے ہمارے ایک بہت ہی بزرگ اور معزز بھائی **عقیل بن عبدالقادر** صاحب کی شہادت کی اطلاع ملی ہے۔ عبدالرزاق صاحب بھی بڑے خوش خلق بنی نوع انسان کی خدمت کرنے والے، ملنسار اور منکسر المزاج تھے اور ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر بھی بہت ہی اعلیٰ صفات حسنہ سے متصف تھے۔ آنکھوں کے ڈاکٹر تھے، انہوں نے بارہا غرباء کی آنکھوں کے مفت علاج کے

لئے کیمپ لگائے۔ غریب آدمی جو آتا تھا اس سے فیس لینے کا تو سوال ہی کوئی نہیں تھا۔ بکثرت لوگوں نے مجھے یہ بتایا کہ ان کی غربت کی وجہ سے اپنے پاس سے خرچ کیا کرتے تھے، ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے تھے، ان کے بچوں کے لئے اخراجات دیا کرتے تھے۔ نہایت بے نفس اور بے لوث انسان، جس نے اپنوں کی بھی خدمت کی، غیروں کے بھی دل موہے اور کسی سے کبھی کوئی جزا نہیں چاہی، یک طرفہ احسان کا یہ سلسلہ جاری تھا۔ ان کو بھی ابھی چند دن ہوئے بڑے ظالمانہ طریق پر شہید کر دیا گیا۔

یہ جو شہادتیں ہیں ان شہادتوں کے نتیجہ میں وہ بہت پاکیزہ لوگ وہ پیارے وجود پاکستان سے رخصت ہو رہے ہیں جو دراصل پاکستان کی بقا کے ذمہ دار ہیں۔ ایسے وجود ہیں جن پر خدا کی رحمت کی نظر پڑتی ہے تو باقی لوگ بھی بخشے جایا کرتے ہیں۔ اس پر مجھے حال ہی میں حبیب جالب نے ایک نظم کہی اس کا ایک شعر یاد آ گیا وہ کہتے ہیں کہ

؎ خاک میں مل گئے نگینے لوگ
حکمراں ہو گئے کمینے لوگ

کیسے کیسے نگینے لوگ تھے جو خاک میں مل گئے۔ یہ طبعی نتیجہ ہے اس بات کا کہ کمینے لوگ ملک کے حکمران ہو چکے ہیں۔ جب کسی ملک پر کمینگی مسلط ہو جائے تو پھر اچھے اور پاک لوگوں کے لئے خاک کے سوا کوئی جگہ بھی باقی نہیں رہتی۔ قرآن کریم نے بھی اس مضمون کو ایک نہایت ہی اعلیٰ پیمانے پر اس رنگ میں بیان فرمایا ہے جس سے قوموں کی آزادی اور ان کی غلامی کا فلسفہ عیاں ہوتا ہے۔ یہ شعر تو محض ایک جذباتی اظہار ہے۔ ایسے شعر بہت سے شاعروں نے کہے ہیں اور کہتے رہیں گے۔ جب تک ظلم دنیا میں باقی ہے اس قسم کے شعر بھی انسانی تصورات میں جنم لیتے رہیں گے۔

لیکن قرآن کریم تو کسی شاعر کا کلام نہیں ہے وہ جب اس قسم کی باتوں کا ذکر فرماتا ہے تو گہرا فلسفہ بیان فرماتا ہے کہ کمینے لوگ کیوں مسلط ہوا کرتے ہیں؟ اور یہ فلسفہ بیان فرماتا ہے کہ ہمیشہ کمینگی اس وقت مسلط کی جاتی ہے جب غیر ملکوں کا دخل ہو، جب غیر طاقتیں کسی ملک پر قابض ہونے لگیں تو خواہ وہ براہ راست قابض ہوں خواہ دوسروں کی معرفت قابض ہوں اس وقت ان کی پالیسی ان کی حکمت عملی یہ ہوتی ہے کہ کمینگی کو اوپر لایا جائے۔

چنانچہ قرآن کریم سورہ النمل آیت ۳۵ میں ملکہ سبا کا یہ حکیمانہ قول درج فرماتا ہے اور اسے محفوظ رکھنے میں حکمت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ قول پسند آیا۔ وہ نبی نہیں تھی، خدا کے مقربین میں سے نہیں تھی لیکن وہ صاحب حکمت ملکہ تھی۔ اس نے ایسی اچھی بات کہی کہ خدا تعالیٰ نے اس کلام کو ہمیشہ کے لئے قرآن کریم میں محفوظ فرمالیا۔ تحسین کے رنگ میں نہ کہ ایک بری بات کے اظہار کے طور پر۔ جب وہ اپنے روساء سے مشورہ کر رہی تھی تو انہوں نے کہا ہم مقابلہ کریں گے اور ہم اس کے لئے تیار ہیں ہمیں تمہاری طرف سے حکم چاہئے۔ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمانؑ جیسے جلال کے بادشاہ سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تو قوم کو سمجھانے کے لئے اس نے ایک اصول بیان کیا۔ کہتی ہے:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ (النمل: ۳۵)

کہ دیکھو جب بھی دوسرے بادشاہ کسی دوسرے ملک میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے مفاد کا یہ تقاضا ہوا کرتا ہے کہ وہ کمینے لوگوں کو اوپر لے آئیں اور معزز لوگوں کو نیچے گرا دیں۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوسکتا تھا نعوذ باللہ من ذالک کہ ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام لگا رہی ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو دیکھیں کہ کس طرح اس الزام کی یکدم نفی فرمادی کیونکہ آخر پر وہ ملکہ کہتی ہے وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ یہ ہمیشہ سے ایک دستور ہے اس میں سلیمان کا کوئی قصور نہیں۔ یعنی یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ میں تو اس کو جانتی بھی نہیں اس کو کہ وہ کس قسم کا بادشاہ ہے لیکن میں یہ جانتی ہوں کہ دستور زمانہ یہی ہے اور اسی طرح چلا آیا ہے کہ جب غیر قومیں حاکم ہوا کرتی ہیں تو وہاں کے کمینے لوگوں کو اوپر کر دیا کرتی ہیں اور شرفاء کو رذیل بنا دیا کرتی ہیں۔ پس ایسے ملک کی بڑی بدقسمتی ہے جہاں نگینے لوگ تو تہ خاک سو رہے ہوں اور کمینے لوگ حکمرانی کر رہے ہوں اور یہی ان کی حکومت کی قابلیت کا سب سے بڑا سپورٹ ہو کہ ان کے اندر شرافت کی قدریں باقی نہیں رہیں اور ایسے لوگ مجبور ہوتے ہیں ظلم و ستم پر کیونکہ ظلم و ستم کے سوا وہ باقی نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک ایسی فطری بات ہے کہ جسے وہ اگر کوشش بھی کریں تو وہ اسے ہٹا نہیں سکتے۔

یہ جو مظالم کا سلسلہ ہے شہادتوں کے علاوہ بھی بڑی تفصیل کے ساتھ ہر طرف جاری و ساری

ہے۔ خصوصاً سندھ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا اور ایسی ایسی حیرت انگیز باتیں ظہور میں آرہی ہیں جن کو آپ کبھی تاریخ اسلام میں پڑھا تو کرتے تھے لیکن تعجب کی نگاہ سے۔ بعض دفعہ دل مانتا نہیں تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے لیکن اب ایک یا دو تاریخ اسلام کے تعجب کے واقعات نہیں رہے بیسیوں واقعات ہیں جو دوبارہ اس زمانہ میں اللہ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ کی کوکھ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ اللہ کے فضل کے ساتھ ان تاریخی حقائق کو دوبارہ زندہ کر رہی ہے۔ کلمہ طیبہ کے لئے چند مثالیں آپ تاریخ اسلام سے بارہا پیش کرتے رہے اور دنیا کو بتاتے رہے کہ اسلام کے آغاز میں اس طرح کلمہ کی خاطر قربانیاں دی گئیں تھیں۔ ان واقعات کو پڑھ لیجئے اور ان واقعات کو سنئے جو اس وقت رونما ہو رہے ہیں اور انصاف سے اپنے دل میں یہ سوچیں کہ کیا حقیقۃً اسی شان کے ساتھ، اسی آن بان کے ساتھ تاریخ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے آخرین غلاموں میں دوبارہ زندہ ہو رہی ہے کہ نہیں ہو رہی؟ بہت تفصیلی اور بڑے لمبے واقعات ہیں ایک یا دو کی بات نہیں ہے۔ میں صرف ایک دو واقعات نمونے کے طور پر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ایک صاحب ہیں ہمارے ایک نوجوان کریم نگر فارم کے ان کے متعلق اطلاع ملی کہ ان کو جب کلمہ طیبہ لگانے کے جرم میں گرفتار کر کے تھانے لے جایا گیا تو پہلے تو دھوپ میں بٹھا دیا گیا۔ اور وہاں کی دھوپ آج کل کی شدید گرمی میں بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ جس طرح ہم سنا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے غلاموں کو بھی کلمہ شہادۃ پڑھنے کے جرم میں دھوپ میں کھڑا رکھا گیا۔ ایسے واقعات عام وہاں رونما ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں ان کو دھوپ میں کھڑا رکھا گیا اور جب اس کے باوجود وہ کلمہ پڑھنے سے باز نہ آئے اور کلمہ کا بیج اتارنے سے انکار کیا تو ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دو گھنٹے دھوپ میں درخت سے لٹکائے رکھا اور پھر چارپائی پر لٹا کر شدید گندی گالیاں دی گئیں اور مارا گیا۔ جب پانی مانگتے تھے تو اس کے جواب میں گالیاں دیتے تھے۔ اس کے بعد ایک ایسی جگہ جہاں چیونٹیوں کا سوراخ تھا اس بل پر ان کو بٹھا دیا گیا کہ زخموں کو چیونٹیاں چاٹیں اور اس سے زیادہ تکلیف پہنچے۔ پولیس شہر کے غنڈہ عناصر کو اور علماء کو ساتھ لگا لیتی تھی اور ہمارے نوجوانوں کو ڈنڈے مارتے ہوئے اور گالیاں دیتے ہوئے شہر سے گزارتی تھی اور علماء بھی ساتھ گندی گالیاں دیتے چلے جاتے تھے اور جب اس کے باوجود احمدی نوجوانوں نے کلمہ کا انکار کرنے سے انکار کر دیا تو بعض کو ننگا

بازاروں میں پھرایا گیا اور جوتیاں مارتے چلے جاتے تھے اور گندی فحش گالیاں دیتے چلے جاتے تھے اور کہتے تھے یہ دیکھ لو ان کا کلمہ اور یہ ہے اس کلمہ کی جزاء۔

تاریخ اسلام کو پڑھنے والے ذرا ایسے واقعات لائیں تو سہی۔ کس کثرت سے ان کو نظر آتے ہیں۔ اس تاریخ نے اب بچے دیئے ہیں یہ وہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا وہی فیض ہے جو اب بکثرت اب ظاہر ہونے لگا ہے اور اس زمانہ کے منکرین اور جھوٹ بولنے والے یہ کہنے والے مؤرخین کہ یہ سب قصے ہیں جو بعد میں قصے بنالئے جایا کرتے ہیں۔ ان کا منہ توڑ دیا ہے احمدیت کی قربانیوں نے ہمیشہ کے لئے ان کے قلم کند کر دیئے ہیں جو اسلام کی تاریخ پر یہ الزام لگایا کرتے تھے کہ یہ سب بعد کے فرضی قصے ہیں۔ بہت زیادہ واقعات ہیں آپ کو کون کون سے واقعات پڑھ کر سناؤں۔

ایک صاحب میر پور خاص کے ہیں وہ لکھتے ہیں:

''ہم تینوں کلمہ کا بیج لگا کر شہر میں گھومنے لگے اس کے بعد دو پولیس والے آئے ہمیں گرفتار کر لیا۔ پھر تھانے لے گئے وہاں جا کر پوچھنے لگے کہ تم نے یہ کلمہ کا بیج کیوں لگایا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ کلمہ سے ہمیں محبت ہے اس لئے لگایا ہے۔ وہ کہنے لگے ابھی تمہاری محبت نکالتے ہیں۔ پھر انہوں نے مار دھاڑ شروع کر دی، پہلے تھپڑ مارتے رہے اور جب وہ تھپڑ مارتے تھے ہم بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ نہ پڑھو مرزا صاحب کا کلمہ پڑھو۔ ہم نے انکار کیا اور بتایا کہ ہمارا کلمہ تو محمد مصطفیٰ ہی کا کلمہ ہے اور یہی کلمہ ہم جانتے ہیں اور یہی پڑھیں گے۔ تو اس کے بعد انہوں نے چمڑے کے جوتے منگوائے اور ان سے مارنے لگے۔ جتنی زور سے ہمیں مار پڑتی تھی اتنی ہی زور سے ہم کلمہ شہادۃ بلند کرتے تھے۔ آخر جب وہ مار مار کر تھک گئے تو (یہ لکھنے والے کہتے ہیں کہ) مجھے ہنسی آ گئی۔ اس پر وہ پولیس کا افسر جانور کی طرح مجھ پر جھپٹا اور شدید غصہ کی حالت میں اس نے میرے سینے سے کلمہ نوچ کر پاؤں تلے روند ڈالا۔ (کہتے ہیں)

میں مار کھا کر تو ہنستا تھا لیکن خدا کی قسم اس حالت میں میری چیخیں نکل گئیں اور پھر اسلام کے ان خدمت گاروں نے کہا اپنی شلواریں اتارو ہم ننگے بدن پر جوتیاں ماریں گے اور تمہیں ذلیل کریں گے پھر تمہیں پتہ لگے گا کہ کلمہ طیبہ سے محبت کا کیا نتیجہ نکلا کرتا ہے۔ کہتے ہیں ہجوم تھا، مولوی تھے اور دو اڑھائی سو تماش بین تھے جو خاموش تماشا دیکھتے رہے۔ پھر ان کا بڑا منشی آ گیا اور اس نے پھر اپنی کسر نکالی۔ وہ جو بید لے کر آیا تھا اس سے اس نے مارنا شروع کیا اور جب وہ مارتا تھا ہم پھر کلمہ پڑھتے تھے، اور اسی طرح بالآخر انہیں حوالات میں بند کر دیا گیا۔''

ایک ہمارے معلم وقف جدید ایک مجاہد سے مل کر آئے اس کا واقعہ انہوں نے لکھا ہے:

''ایک مجاہد کو اس لئے مارتے رہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کلمہ توحید اپنے سینے سے اتارتا نہیں تھا وہ مار کھاتا رہا مگر زبان سے کلمہ توحید ہی بلند کرتا رہا۔ پھر کپڑے اتارے اور پھر اسے مارنا شروع کیا۔ پھر بھی وہ کلمہ توحید ہی بلند کرتا رہا۔ پھر اسے الٹا لٹا کر اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا گیا اور ساتھ مارتے رہے (وہ کہتے ہیں) مسیح محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرسبز شاخ کا کہنا ہے کہ دل سے تو اس وقت بھی آواز بلند ہو رہی تھی مگر گردن پر پاؤں کا ایسا دباؤ تھا کہ آواز گردن سے باہر نہیں نکلتی تھی۔ پھر جب اس ظالم نے پاؤں اٹھایا تو پھر میں نے کلمہ توحید بلند آواز سے پڑھا۔ اس پر پھر اسی طرح مجھے لٹا کر مارنا شروع کر دیا گیا۔ (وہ بھی لکھتے ہیں کہ) اس موقع پر ایک دفعہ مجھے ہنسی آئی تو ایس ایچ او نے سندھی میں کہا کہ تو تو بہت بڑا ڈاکو ہے، اتنے بڑے شدید تشدد کے باوجود تو اس اپنی حرکت سے باز نہیں آ رہا۔ (یعنی اتنا بڑا جرم ہو رہا ہے پاکستان میں کلمہ طیبہ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کلمہ پڑھا جا رہا ہے) تو اس نے کہا کہ میں اس بات پر تو نہیں ہنسا کہ تم مجھے مار رہے ہو میں تو اس بات پر ہنسا ہوں کہ تم بیوقوف سمجھتے کیا ہو کہ ہم تمہاری ماروں کے نتیجہ میں کلمہ طیبہ

چھوڑ دیں گے۔ خدا کی قسم! اگر جسم کا قیمہ بھی بنادو گے تو ہر بوٹی کے ہر سانس سے کلمہ طیبہ بلند ہو گا اس کے سوا ہم اور کچھ نہیں جانتے۔‘‘

ایک باپ اپنے بیٹے کے متعلق لکھتا ہے کہ

’’تھر پارکر میں علمائے دین کا زور ہے اور کلمہ کے بیج لگانے والوں پر برس پڑتے ہیں اور پولیس کو ساتھ لے کر پکڑواتے اور پھر ان پر سختی کرواتے ہیں اور پھر اپنے سامنے پولیس سے مرواتے ہیں۔ میرا لڑکا جو کہ سب سے چھوٹا ہے بی۔ اے میں میر پور خاص میں پڑھتا ہے۔ اس کو کنری پولیس نے اتنا مارا کہ بار بار بے ہوش ہو جاتا تھا۔ ہوش آنے پر پانی مانگتا تھا تو نہیں دیتے تھے اور وہ پھر کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیتا تھا اور پھر اسے مارتے تھے اور پھر وہ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو جاتا تھا۔‘‘

یہ باپ اپنے بیٹے کے متعلق لکھتا ہے:

’’الحمدللہ! اللہ کا احسان ہے کہ میرے بچوں کو خدا نے صدق اور ایمان سے نوازا ہے۔ ہر دفعہ بے ہوشی کے بعد اس کے منہ سے کلمہ طیبہ ہی نکلا اور کوئی شکوہ کی صدا بلند نہیں ہوئی اور اس کے بعد جب وہ ضمانت کے بعد گھر آیا تین دن تک اس کے پیشاب میں خون آتا رہا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا نقصان اس کے اندر پہنچ چکا ہے۔‘‘

کنری اور تھر پارکر اور دیگر علاقے کے احمدیوں نے عظیم الشان قربانیاں دی ہیں جہاں احمد یہ اسٹیٹس ہوا کرتی تھیں اور نوجوان لکھتے ہیں کہ ہم نے تو حوالات میں اور قید خانوں میں جنگل میں منگل بنا رکھا تھا۔ یہ لوگ ہمیں کلمہ سے چھڑانے کے لئے اذیتیں دے کر وہاں پہنچاتے تھے اور وہاں ہم عبادتیں کرتے تھے اور بلند آواز میں کلمہ ہائے توحید بلند کرتے تھے اور در و دیوار پر کلمہ لکھ دیتے تھے۔ کہتے ہیں عجیب منظر ہے اور عجیب وہ زندگی کے دن تھے جن کی لذت ہم بھلا نہیں سکتے اور باہر جو تھے لکھتے ہیں کہ ہمارے سو سے زائد نوجوان تو اس طرح دکھ اٹھاتے ہوئے جیل میں گئے اور ہم باہر تڑپ رہے تھے کاش ہماری باری آئے اور ایک دوسرے سے مقابلے ہونے شروع ہوئے اور ایک

دوسرے سے اس بات پر لڑائیاں شروع ہوئیں کہ پہلے کس کا نمبر آنا چاہئے۔

کیونکہ اب جماعتی انتظام کے مطابق طلب کیا گیا تھا جو چاہتا ہے وہ شوق سے سامنے آئے کسی کو زبردستی کلمہ لگانے کا کوئی حکم نہیں ہے کیونکہ کلمہ پڑھنا کلمہ پر ایمان رکھنا تو ایک فریضہ ہے۔کلمہ سینہ پر لگا کر پھرنا تو کوئی ایسا شرعی فرض نہیں ہے کہ جس کے لئے خلیفہ وقت حکم دے۔تو جماعت نے خوب اچھی طرح واضح کر دیا، یہ یہ تکلیفیں دی جارہی ہیں، یہ اس کے نتائج نکلتے ہیں ہوسکتا ہے کہ تمہارے بچوں کے مستقبل تاریک ہو جائیں بظاہر دنیا کے لحاظ سے۔ہوسکتا ہے ان کو لمبے جسمانی آزار لگ جائیں۔اس لئے سوچ سمجھ کر اپنے نام پیش کرو اور جماعت کے عہدیداروں کی اطلاع یہ ہے کہ ہزارہا احمدی جوش وخروش کے ساتھ لائن میں کھڑا تھا اور کوئی پرواہ نہیں تھی کہ ان کی تجارتوں کا کیا بنتا ہے؟ ان کی زمینوں کا کیا بنتا ہے؟ بلکہ عورتیں بھی بڑے جوش وخروش کے ساتھ اپنے نام پیش کر رہی تھیں کہ ہمیں بھی موقع دو ہمارا بھی حق ہے۔مائیں اپنے بچوں کے نام پیش کر رہی تھی ،بہنیں اپنے بھائیوں کے نام پیش کر رہی تھی اور پھر مجھے خط لکھتی تھیں اللہ نے ہمارے ویر کو توفیق عطا فرمائی۔ کاش آپ ہمیں بھی اجازت دیں ہم بھی وہاں جائیں جہاں ہمارا بھائی ماریں کھاتا ہوا پہنچا ہے۔

عجیب دن ہیں یہ وہ لیلۃ القدر ہے۔ نادانوں کو کیا علم کہ لیلۃ القدر کیا ہوتی ہے؟ چودہ سو سال کی دوری سے تاریخ اسلام کو دیکھ رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ ہوتے تو یہی کرتے ۔ ہرگز نہیں اس زمانے میں ہوتے تو وہی کرتے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے غلاموں سے کر رہے تھے آج بھی تو وہی کر رہے ہیں۔

ظلم اور سفا کی کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف جماعت کی شہادتیں ہو رہی ہیں اور دوسری طرف جھوٹے الزام لگا کر مزید ان کو قتل کے مقدموں میں پھنسایا جارہا ہے۔سکھر میں ہمارے امیر ضلع بڑی بے دردی کے ساتھ شہید ہوئے۔اسی (۸۰) کے لگ بھگ ان کی عمر تھی اور ان کو جب شہید کیا گیا تو چار فدائینِ اسلام جو بنے ہوئے تھے جو اسلام کی خدمت کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے انہوں نے گولیاں بھی ماریں اور برچھے لے کر آئے ہوئے تھے اور ہر آدمی اللہ اکبر کہہ کر برچھا اس بوڑھے کے جسم میں داخل کرتا تھا اور بڑے فخر کے ساتھ نعرے لگا رہا تھا کہ میں ہوں غازی جس نے اسلام کی یہ عظیم الشان خدمت کر دی۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق متواتر احادیث میں یہ اطلاع

ملتی ہے کہ وہ دشمن جو لڑنے کی نیت سے، مسلمانوں کو غارت کرنے کی نیت سے آیا کرتا تھا اس کے متعلق بھی اپنے غلاموں کو یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو کچھ نہیں کہنا۔ یہاں ایک معصوم انسان خدا کی عبادت کر کے نکلا اور دیر تک مسجد میں بیٹھا اس بات پر روتا رہا کہ ان ظالموں نے ہمیں اذان کی اجازت بھی ہم سے چھین لی ہے۔ وہ جب مسجد سے باہر نکلتا ہے تو یہ چار جوان برچھوں سے اس پر حملہ کر کے اس کا جسم چھیدتے ہیں اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہیں کہ یہ اسلام کی خدمت ہو رہی ہے۔ ان کے دونوں بچوں کو اب اس الزام میں قید کر لیا گیا ہے کہ اس مسجد میں جو سکھر کی ایک پرانی مسجد بتائی جاتی ہے اس میں ایک بم پھٹا تھا اور اس میں یہ دونوں ملوث ہیں۔ تو اس کے علاوہ ابھی مختلف علاقوں کے احمدیوں کو بکثرت پکڑا گیا اور ظالمانہ طور پر ان کو حبس بیجا میں رکھا گیا۔ یہی ہمارے سابق امیر صاحب سکھر قریشی عبدالرحمٰن صاحب شہید کا بیٹا لکھتا ہے کہ:

''گزشتہ ماہ کی تئیس تاریخ کو خاکسار کو سب سے پہلے گھر سے بلایا اور ڈی ایس پی نے گرفتار کر لیا یہ کہہ کر کہ تم نے ایک منصوبہ کے تحت مسجد منزل گاہ جو ایک تاریخی مسجد ہے پر بم پھینکوایا ہے۔ اس کے بعد گرفتاریوں کا سلسلہ بڑھتا رہا میرے گھر سے نکلتے ہی بچوں کو گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور بچوں نے بڑی کسمپرسی کی حالت میں گھر چھوڑا''

پھر وہ فرماتے ہیں:

''سرکاری ملازم کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ تنخواہ پر گزارہ ہوتا ہے جو مہینہ ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جاتی ہے پھر حضور والا خالی ہاتھ گھر سے باہر نکال کر بچوں پر ایک نفسیاتی خوف طاری کرنا کہاں کی شرافت ہے کیا حکام کی ماں، بہن یا بہو بیٹیاں نہیں ہیں؟ اس کے بعد میری غیر حاضری میں گھر کی تلاشی لی گئی۔ جس بے دردی کے ساتھ الماریوں اور صندوقوں کے تالے توڑے گئے۔ وہ ناقابل بیان ہیں گویا گھر کے سامان کو سامانِ یرغمال سمجھ لیا گیا ہے جو قیمتی چیز ہاتھ آئی وہ لے اُڑے۔ احمدیوں کے گھروں سے عورتیں دربدر کی گئی اور سامان کی بے دردی سے تلاشی لی گئی سامان کو لوٹ (یعنی دوسرے احمدیوں کے گھر

سے بھی) کا مال سمجھ کر پولیس لے جاتی رہی۔ہم لوگ زیر حراست ان سب باتوں کو سن کر صبر کے آنسوؤں کا نذرانہ اپنے مالک حقیقی کے حضور پیش کرتے رہے۔‘‘

سکھر سے ایک دوست لکھتے ہیں’’ میرے بھائی مکرم شرما صاحب کی دوکان اور گودام اسلام کے نام پر گویا اسلام کی خاطر لوٹ لئے گئے۔کراچی کے ایک صاحب جو کراچی سے ایک دستہ دے کر وہاں موقع پر بھجوائے گئے تھے کیونکہ وہاں کوئی مرد بھی باقی نہیں تھا اور بچے بیچارے بڑی کسمپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے ان کا خیال رکھنے کے لئے جہاں ان کو پولیس نے ایک جگہ کیمپ بنا کر رکھ دیا تھا ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جماعت کراچی نے اپنے نوجوانوں کو بھجوایا۔وہ لکھتے ہیں

’’میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ۲۴ رمئی کو کراچی سے سکھر ڈیوٹی کے لئے آیا تھا کیونکہ اطلاع ملی تھی کہ سکھر کے تقریباً تمام مردوں کو بم کیس کے سلسلے میں حراست میں لے لیا گیا ہے اور عورتیں اور بچے گھروں میں اکیلے ہیں۔۲۷ رتاریخ کو صبح ۴:۴۰ پر پولیس نے گھر پر چھاپہ مارا جہاں ہم سو رہے تھے اوران چھ لڑکوں کو جن میں سے ۵ کراچی کے اور ایک روہڑی کا تھا گرفتار کر کے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا۔سارا دن پولیس کے اسٹیشن میں رکھا اور رات کو نو بجے کے قریب وہاں سے پولیس لائن سکھر میں شفٹ کر دیا گیا جہاں پر باقی احمدی اسیران راہ مولیٰ موجود تھے۔ہم میں سے سات افراد پر شناخت کر کے الزام لگا دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اس واردات میں ملوث ہیں کچھ اور لوگوں کو بھی اس میں ملوث کرنے کی کوشش کی جارہی ہے‘‘۔

وہاں شناخت کیسے ہوتی ہے؟ یہ ایک موقع کے گواہ ہمارے خیر پور ضلع کے ایک بڑے مخلص احمدی نوجوان ہیں وہ قید میں ہیں ان کا بھائی بھی تشدد کا شکار تھا اوران کو بھی نہایت دردناک طریق پر زدو کوب کیا گیا۔یہ لکھتے ہیں:

شناخت پریڈ کا عجیب طریقہ دیکھا کہ پہلے ہمارے چار، پانچ دوستوں کو ایک ایک کر کے اپنے دفتر میں بلاتے (ڈی ایس پی مظہر ہے کوئی جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ یہ وہ ساری حرکت کر رہا

ہے، تشدد میں بھی وہی سب سے زیادہ Involve (ملوّث) ہے اور اس ستم میں بھی وہاں چار مولوی صاحبان بیٹھے ہوئے تھے پھر ان کو واپس بیرک میں بھیج دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر پانچوں کو اکٹھا بلا کر چند دوسرے آدمیوں کے ساتھ کھڑا کر کے شناخت پریڈ کرائی گئی ان چار مولویوں میں سے دو کو بلا کر شناخت پریڈ کرائی جن کو پہلے ہی اپنے دفتر میں اچھی طرح ان کے چہرے دکھا چکے تھے اور گفتگو کروا چکے تھے۔

جس احمدی نوجوان پر نہایت ہی ظالمانہ تشدد ہوا ہے اس کے متعلق بھی وہ بڑے صاف گو ہیں ہمارے احمدی بچے کسی جگہ بھی پولیس کو غلط ملوث نہیں کرتے ہر جگہ لکھ رہے ہیں کہ عام طور پر سکھر میں پولیس کا رویہ شریفانہ تھا۔ یعنی جن حالات میں ہمیں پکڑا گیا جس طرح مولویوں کا دباؤ تھا، ویسے ظلم نہیں کئے گئے جیسے تھر پارکر کی پولیس نے وہاں کے ڈپٹی کمشنر کے حکم کے نتیجے میں کئے۔ حتی المقدور وہ ظلم سے بچتے رہے سوائے ایک ڈی ایس پی کے جو ہر بات میں پیش پیش تھا اور وہ مولوی سرشت رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایوب کو جو خود ہی ربوہ سے اپنی فیملی کو لے کر آ رہا تھا پہلے پولیس کا ایک دستہ ربوہ بھجوایا گیا وہاں سے پکڑنے کے لئے۔ یہ کہانی بنائی گئی گویا واردات کر کے بھاگ کر ربوہ جا چکا ہے اور وہ از خود ربوہ کے لئے پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ پولیس کو یہ بتایا گیا کہ ربوہ والے ایسے ظالم اور خبیث اور سفاک لوگ ہیں کہ جو تم وہاں جا رہے ہو اب شاید تم سے دوبارہ ملنا نصیب نہ ہو۔ اس لئے آخری دفعہ الوداع کہہ جاؤ اور گلے لگ جاؤ کیونکہ اب شاید تمہارا واپس آنا ممکن نہ رہے۔ وہ جب گئے تو ان کے ساتھ بالکل اور سلوک ہوا۔ ہر آدمی کو خلیق پایا، ہر آدمی روزے میں دیکھا ان کے آثار ہی اور تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ بیج تو تقریباً احمدی ہو چکا ہے اب واپس آ کر مسلسل احمدیت کی تبلیغ کر رہا ہے اور یہ جو فیملی تھی ایوب اور ان کے بچے یہ براہ راست خود پہنچ رہے تھے۔ چنانچہ وہاں کی پولیس نے بذریعہ تار ان کو اطلاع کر دی کہ وہ آ رہے ہیں۔ چنانچہ یہ مجرم دیکھیں ذرا کس قسم کے ہیں احمدی معصوم! اڑھائی سو آدمیوں کی نفری لے کر ایس ایس پی خود ان کو گرفتار کرنے کے لئے وہاں خود پہنچا ہے۔ اتنا خطرناک مجرم از خود واپس آ رہا ہے اور ان کے بھائی ان کے ساتھ جو سلوک کا واقعہ لکھتے ہیں وہ یہ ہے:

''ایوب کو پہلے تو ایسے ہی پوچھ گچھ کرتے رہے مگر پھر اس کو چوبیس گھنٹے ہاتھ اوپر باندھ کر

کھڑا کر کے لاک اپ میں بند کر دیا۔صرف ایک دفعہ پیشاب کے لئے کھولا گیا۔ چوبیس گھنٹے کے بعد جب ہمیں بلایا گیا اور کہا گیا اس کو کہیں کہ یہ اقبال جرم کرلے۔ہم نے کہا اس نے جرم کیا ہی نہیں تو اقبال کس بات کا کرلے۔تو ہمارے تین آدمیوں کے سامنے ڈی ایس پی مظہر نے حکم دیا کہ ایوب کو لاؤ پھر اس کو ننگا کر کے لٹایا گیا اور جو تشدد توڑا گیا اس کو بیان کرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔میرے کانوں میں انگلیاں دینے کے باوجود اس کی چیخیں سنائی دیتی رہیں‘‘

یہ آج پاکستان میں خدمت اسلام ہو رہی ہے۔کس کے نام پر؟ یہ خدمت کسی فرعون کے نام پر نہیں کر رہے، یہ کسی ابلیس کے نام پر نہیں کر رہے بلکہ اللہ کے پیاروں کے نام پر، خدا کے مقدس لوگوں کے نام پر یہ ظلم ڈھا رہے ہیں۔بے حیائی اور سفا کی کی اور بے غیرتی کی کوئی حد نہیں رہی نہ دین سے محبت ہے، نہ اسلام سے محبت ہے، نہ سید ولد آدم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا کوئی احترام ہے ۔بعض لوگ گندی حرکت میں پکڑے جائیں، جب چوری میں پکڑے جائیں، کسی اور برے فعل میں پکڑے جائیں تو شرم کے مارے اپنے ماں باپ کا نام نہیں بتاتے وہ کہتے ہیں کہ ان کو کیوں بدنام کریں۔چنانچہ پولیس مارتی رہتی ہے وہ شرم کی وجہ سے نام نہیں لیتے کہ ہمارے ماں باپ کا نام ملوث نہ ہو جائے ان کو حیا نہیں کہ اس سے کئی زیادہ بھیانک جرائم کر رہے ہیں جو ایک عام مجرم کرتا ہے اور پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام لیتے ہوئے نہ ان کو شرم آتی ہے، نہ ان کو حیا آتی ہے، نہ خدا کا خوف کھاتے ہیں مگر جیل میں جس طرح یہ لوگ وقت گزارتے رہے ہیں ان مشاغل میں یہ کوئی تبدیلی نہیں کر سکے۔ان کا ظلم، ان کی سفا کایاں کلیۃً نا کام رہیں۔وہی صاحب لکھتے ہیں کہتے ہیں:

’’صبح اڑھائی تین بجے تہجد کی نماز بلا ناغہ باجماعت ادا کرتے ہیں۔ایسا رقت امیز نظارہ ہوتا ہے کہ جو سپاہی سحری کھانے کے لئے آتے ہیں ہمیں تہجد میں روتے دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔خدا تعالیٰ نے ہمارے زندان کو بھی پولیس کا میس بنا دیا ہے جہاں صبح و شام لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔جو بھی روٹی کھانے آتا ہے پوچھتا ہے کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ شام کو روٹی کھانے آتا ہے تو ہم نماز مغرب ادا کر رہے ہوتے ہیں۔وہ بہت پریشان ہوتے ہیں کہ مولوی کچھ بتاتے تھے ان کے عمل بالکل حقیقی مسلمانوں جیسے۔بعض تو ہمارے سامنے ہی مولویوں کو گالیاں بھی دینے لگ جاتے ہیں۔دو

وقت درس ہوتا ہے۔خوب تبلیغ کی جارہی ہے۔اتنی تبلیغ کا کبھی مجھے آزادی میں موقع نہیں ملا تھا جتنی اب مجھے اس قید خانہ میں تبلیغ کا موقع مل رہا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ سنت یوسفی کو زندہ کرنے والے نوجوان ہیں۔ کہتے ہیں خدا گواہ ہے اب تو یہاں ایسا دل لگا ہے کہ واپس جانے کو دل نہیں چاہتا۔‘‘

یہ واقعہ اور دوسرے نوجوانوں نے جو واقعات لکھے ہیں۔کلمہ لکھنا دیواروں پر اور پڑھنا اس پر مجھے غالب کا وہ شعر یاد آ گیا کہتا ہے:

قید میں ہے تیرے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہاں کچھ اک رنج گراں باری زنجیر بھی تھا

(دیوان غالب صفحہ:۷۹)

کہ قید میں تیرے وحشی کو تیری زلف کی یاد اسی طرح رہی وہ یاد قید چھین نہیں سکی۔ ہاں جو زنجیریں تھیں ان کا بوجھ بھی تھوڑا سا تھا اس کا رنج بھی تھا۔مگر دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فیض کو یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی سنت دوبارہ زندہ کر دی۔ یہ وہ قیدی ہیں جن کو قید میں بھی خدا اور رسول کی یاد رہی اور یہ وہ قیدی ہیں جن کو رنج گراں باری زنجیر بھی نہیں تھا۔اس رنج کو بھی بھلا بیٹھے اور زندانوں سے یہ لکھ رہے ہیں کہ اب تو باہر جانے کو دل نہیں چاہتا۔ جو لطف اللہ کی خاطر دکھ اٹھانے کا، جو تبلیغ کا مزہ آ رہا ہے اس کا باہر بیٹھنے والا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا اور اللہ بھی ان کو اپنی رحمت کے ایسے حیرت انگیز نشان دکھا رہا ہے وہ کہتے ہیں کہ

’’میرا وہ بھائی جس کو نہایت ہی شدید زدوکوب کیا گیا اسے ساری رات مسلسل ہتھکڑیاں ہاتھ میں باندھ کر لٹکائے رکھا اس سے میں نے پوچھا کہ بھائی بتاؤ تو سہی تمہارا اس رات کیا حال ہوا؟ تو عزیزم ایوب نے مجھے بتایا کہ مجھے تو اتنا یاد ہے کہ وہ جب لٹکا کے چلے گئے تو مجھے اسی وقت نیند آ گئی جب آنکھ کھلی تو دن ہو چکا تھا کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔ کہتے ہیں وہ ان دکھوں کے باوجود نہ صرف ہنستا ہے بلکہ دوسروں کو ہنساتا ہے اور ان کو حوصلہ دلاتا ہے۔ کہتے ہیں وہ اسی حالت میں اپنے ساتھی قیدیوں کا دل بڑھا رہا تھا ہنس کر ان کو بتا رہا تھا کوئی بات نہیں اللہ کی خاطر بڑا مزہ آیا۔ کہتے ہیں وہ تو ہنس رہا تھا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی کہ اے اللہ! تیری کیا شان ہے کہ ہم تو پڑھا کرتے تھے کہ آگ گلزار ہو گئی مگر آگ کو گلزار ہوتے دیکھا کبھی نہیں تھا۔آج تو اپنی آنکھوں سے

سامنے ہم نے اس آگ کو گلزار ہوتے بھی دیکھ لیا‘‘۔

یہ وہ لوگ ہیں خدا کے بندے، جن کو یہ راہ حق سے ظلم وستم کے ذریعہ ہٹانا چاہتے ہیں، یہ وہ خدا کے بندے ہیں جن کو کلمہ توحید سے ظلم وستم کے ذریعہ ہٹانا چاہتے ہیں، اپنی سفا کیوں اور اپنے مظالم اور اپنے تاریک خیالات کی پیداوار، وہ تمام حرکتیں جو انبیاء کے دشمن انبیاء کے غلاموں کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے اختیار کرتے تھے یہ وہ ساری حرکتیں کر رہے ہیں۔ بے وقوف ہیں جو سمجھتے ہیں ان مظالم کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو راہ حق سے ہٹا سکیں گے۔ جھوٹے اور نادان ہیں کبھی پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کے غلام ان آزاروں سے، ان تکلیفوں کی وجہ سے راہ حق سے ہٹے ہیں جو آج ہٹیں گے؟

پس میں ان سے کہتا ہوں اور ساری جماعت کی نمائندگی میں یہ کہتا ہوں کہ تم جو چاہو کرلو، جتنا زور لگانا ہے لگا لو۔ خدا کی قسم! ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ؐ کے غلاموں کی راہوں سے نہیں ہٹیں گے، نہیں ہٹیں گے اور احمدیت کا یہ قافلہ ہمیشہ آگے ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ جن راہوں پر تم چل رہے ہو تاریخ انسانیت سے ثابت ہے کہ وہ ناکامی اور نامرادی کی راہیں ہیں۔ وہ ہمیشہ تاریک راہوں کے طور پر دنیا پہ ظاہر ہوئیں اور ان راہوں پر آنے والوں نے نظر ڈالی تو ہمیشہ ان راہوں پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ وہ مغضوب علیھم کی راہیں ہیں وہ ضالین کی راہیں ہیں لیکن خدا کی قسم! ہم جن راہوں پہ چل رہے ہیں وہ انبیاء اور ان کے اصدقاء غلاموں کی راہیں ہیں اور یہ وہ راہیں ہیں جو کہکشائیں بن کر آسمان پر چمکا کرتی ہیں۔ ایک آسمان کی کہکشانوں کو ہم نے دیکھا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اولین نے اپنے قدموں سے بنائی تھیں **اور اے دیکھنے والو، دیکھو! کہ محمد مصطفیٰ کے غلام! آخرین میں ظاہر ہونے والے اب پھر ان کہکشانوں کو اپنے خون سے بنا رہے ہیں**، ان کو اپنی قربانیوں سے روشن کر رہے ہیں اور آئندہ زمانہ ان چمکتی ہوئی کہکشانوں کو دیکھے گا اور ان سے سبق حاصل کرے گا اور ان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں پر ہمیشہ رحمت اور درود بھیجتا رہے گا۔ **پس مبارک ہو تم جو اس لیلۃ القدر کے زمانے کو پانے والے ہو۔ مبارک ہو تم! جنہوں نے اپنی قربانیوں سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کی قدر کے لائق بن گئے۔ خدا کی قدر کے لائق ٹھہرائے گے۔ پس جو زور لگتا ہے تم لگا**

لوا ے دشمنان احمدیت! جتنے احمدی شہید کرنا چاہتے ہو شہید کر لو ایک نا روے کی مسجد نہیں تم جتنی چاہو بم سے ان کو اڑانے کی کوشش کرو۔ خدا کی قسم ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ محمد مصطفیٰ ؐ کے غلاموں کا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آپؐ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تم لازماً ناکام اور نامراد ہو کر مرو گے اور احمدیت کے لئے وہ صبح ضرور طلوع ہوگی جس کے متعلق خدا فرماتا ہے اور قرآن میں وعدہ کرتا ہے، جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ اے میرے بندو! یہ رات جاری تو رہے گی لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں۔ یہ دکھ ہیں مگر میں ان دکھوں کو قدر اور پیار کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں۔ پس میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ مطلع فجر تک کی باتیں ہیں اور وہ فجر کا طلوع ہونا زیادہ دیر کی بات نہیں رہی۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا۔:

ابھی نماز جمعہ کے بعد میں اپنے بہت ہی پیارے شہید بھائی ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی باقی جو شہدائے احمدیت ہیں ان کی بھی دوبارہ اکٹھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس دعا کے ساتھ اس التجا کے ساتھ کہ یہ وداع کا جمعہ ہمارے لئے دکھوں اور مصیبتوں کے وداع کا جمعہ بھی بن جائے۔ جس طرح کہ بعض بھائیوں نے مبشرات دیکھی ہیں اور لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اس رمضان کے بعد احمدیوں کے دلوں کی فرحت کا سامان فرمایا جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ وہ فرحت کا سامان ہمارے لئے فرمائے اور اس لیلۃ القدر کی رات کو اب قبول فرمالے اور وہ بھائی جو دکھ اٹھا رہے ہیں جس طرح ان کو صبر دیا ہے ہم جو دکھوں کی حسرتیں لئے بیٹھے ہیں ہمیں بھی صبر عطا کرے۔